برصغیر میں تہذیبی تصادم اوراسلامی تمدن کے ہمہ گیر اثرات:ایک تجزیاتی مطالعہ

Clash of civilizations in the subcontinent and universal effects of Islamic civilization: An Analytical Study

Hafiz Muhammad Umair[1]
Dr. Muhammad Yasir Madni[2]

Abstract:

Hundreds of years ago, human life and ways were different from today. The story of human civilization spanning centuries, which after struggling with the conditions and events occurring in the dimensions of the universe, after setting intellectual and practical goals, has reached the collective way of life and living. , is called civilization. This concept of civilization is also one of the ancient concepts of human society that evolved along with human history. In the 7th century AD, Islam emerged in the Arabian Peninsula and soon spread to almost the entire world. The foundation of Islamic culture and civilization is the Qur'an and Sunnah. Islamic civilization establishes society on the basis of collective justice. Islamic civilization, due to its universality and universal teachings, also fulfills the needs of all times and provides guidance in every aspect of human life. As a result of the clash of civilization in the subcontinent, the Muslim civilization emerged in the form of a shadowy tree that painted a distinct image on the geographical horizon of the subcontinent, the effects of which are still present today. Its major forms exist in the form of Urdu Language, values and traditions, customs and traditions, fine arts, architecture, beliefs and ideas etc.

Keywords: *Islamic Civilization, Culture, Clash of Civilization, Subcontinent*

آج سے سینکڑوں سال قبل انسانی زندگی اوراس کے رہن سہن کے طور طریقے آج کی زندگی سے مختلف تھے۔ صدیوں پر محیط تمدنِ انسانی کی داستان جو کائنات کے طول و عرض میں ظاہر ہونے والے حالات اور رونما ہونے واقعات سے نبرد آزما ہونے، فکری اور عملی منزلوں کو طے کرنے کے بعد انفرادی بود و باش سے اجتماعی طرز زندگی اور رہن سہن تک پہنچی ہے، تہذیب کہلاتی ہے۔

اور یہ تصورِ تہذیب بھی انسانی معاشرے کے قدیم تصورات میں سے ہے جو انسانی تاریخ کے ساتھ ساتھ ارتقاء پذیر ہوا۔ اسلامی تہذیب و تمدن کی بنیاد قرآن وسنت ہے اور اسلامی تہذیب اپنی آفاقیت اور ہمہ گیر تعلیمات کے سبب ہر زمانے کی ضروریات کوانسانی نفسیات کے مطابق پورا کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی کے ہر شعبہ وہر عمل سے متعلق واضح رہنمائی بھی فراہم کرتی ہےاور معاشرے کوعدل اجتماعی کی بنیاد پر قائم کرتی ہے۔ برصغیر (ہندوستان)اور عرب ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات و تجارتی روابط تدوینِ تاریخ اور

1. Ph.D Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur. Email: hafizmuhammadumair1990@gmail.com

2. Lecturer, Dept. of Qur'anic Studies, The Islamia University of Bahawalpur. Email: Muhammad.yasir@iub.edu.pk

ظہورِ اسلام سے بھی پہلے کے ہیں۔ برصغیر میں طلوعِ اسلام سن 15 ہجری عہدِ فاروقیؓ میں ہوا۔ پھر عہدِ عثمانیؓ سے عہدِ بنواُمیہ تک یکے بعد دیگرے بہت سے حضرات جنوبی ہند میں توحید ورسالت کی شمعیں روشن کرتے رہے۔

سندھ میں مسلمانوں کی آمد سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تہذیبی اختلاط کا آغاز ہوا اور برصغیر میں تہذیبی تصادم کے نتیجے میں مسلم تہذیب ایک ایسے شجر سایہ دار کی صورت میں جلوہ گر ہوئی جس نے برصغیر کی مٹی سے قوت حیات حاصل کرکے برصغیر کے جغرافیائی اُفق پر ایک جداگانہ تصویر کشی کی جس کے اثرات آج تک موجود ہیں۔ اس تہذیب و تمدن نے برصغیر کی شکستہ حال تہذیب اور اجتماعی حیات میں جو حرکت اور حُسن پیدا کیا وہ مختلف اداروں اور فنون کے مظاہر کی شکل میں لوحِ زمان پر نقش ہے۔ اس کی بڑی بڑی صورتیں اُردو زبان، اقدار وروایات، رسوم ورواج، فنونِ لطیفہ، فنِ تعمیر، عقائد و نظریات وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں۔

ا۔ نوآبادیاتی عہد اور تہذیبی تصادم:

نوآبادیاتی عہد وہ ہوتا ہے جس میں براہ راست مقامی آبادی اور مقامی باشندوں کی بجائے کوئی غیر ملکی طاقت اقتدار پر براجمان ہو جاتی ہے۔ یہ ایک قسم کا غیر ملکی تسلط ہوتا ہے جو کسی بھی خطے کے مظلوم عوام کو محکوم بنانے کیلئے ہوتا ہے۔ اور نوآبادیات ایسی فتوحات ہوتی ہیں جو کوئی بھی طاقتور ملک اپنی سرحدوں سے باہر وسعت کی خاطر کرتا ہے اور وہاں پر مفتوحہ اقوام کی مرضی کے خلاف ان پر اپنا اقتدار قائم کرتا ہے اور اس تسلط میں بعض اوقات طاقتور عوام اقتصادی و ثقافتی طریقے سے کمزور عوام کو زیرِ نگیں لے آتی ہیں۔ اس دور میں سیاسی، سماجی اور معاشرتی سطح پر کئی تبدیلیاں اور تغیرات رونما ہوتے ہیں۔ انہی تغیرات میں سے ایک تہذیبی آویزش یا آمیزش شامل ہے۔ گویا نوآبادیات حاصل کسی خاص علاقے یا قوم کو مفتوح بنانے اور انکے ہر سطح پر استحصال سے عبارت ہے خواہ وہ استحصال سیاسی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی و ثقافتی حقوق ضبط کرکے ہی کیوں نہ ہو۔ نوآبادیاتی عہد میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے کیونکہ جب فاتح قوم کی تہذیب مفتوحہ اقوام کے دفاع میں کوئی رخنہ ڈال دیتی ہے تو اس کے نتیجے میں ایک چیز بڑے ہی سنگدلانہ طریقے سے دوسرے کو اپنے ساتھ کھینچتی ہے جو کہ تہذیبی تصادم کا سبب بنتی ہے۔ پروفیسر آرنلڈ جے تہذیبی تصادم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کسی غیر ملکی تہذیب کو اپنانے کا عمل بڑا ہی تکلیف دہ ہے یہ مہم بڑی ہی پُرخطر اور جان جوکھوں میں ڈالنے والی ہوتی ہے۔ تاہم شکار ہونے والے معاشرے کے افراد کی ان فاتح اقوام کے جدید طریقوں سے روایتی اور طبعی ناموافقت ہوتی ہے اور یہ جدید طریقے مفتوحہ اقوام اور مفتوحہ معاشرے کے افراد کے رہن سہن، طرزِ زندگی، تہذیب اور روایتی طرزِ زندگی کو تہ و بالا کر دیتے ہیں۔ چونکہ تہذیبی تصادم کے نتیجے میں ایک چیز کا دوسرے کو کھینچنا لازمی امر ہے لہٰذا مفتوحہ معاشرے کے افراد کیلئے فاتح بن کر داخل ہونے والی قوم کے طور طریقے اور ان کی تہذیب کے باقی ماندہ حصے کو بھی رفتہ رفتہ قبول کرنا مجبوری بن جاتا ہے۔ اور اس میں حیرانی کی بات نہیں ہے کیونکہ مخالفت و مخاصمت کے نتیجے میں مفتوحہ قوم اور معاشرے کے افراد کا فاتح قوم کی تہذیب کے بارے میں عام رویہ خود شکستگی کا ہوتا ہے۔"[3]

[3]. Prof. Dr. Arnold J. Toynbee, *Dunya Aur Maghrib*, Trans. Dr. Hussein Ahmed Paracha (Lahore: Nashriyat, 2009), p. 82.

یہی صورتحال برصغیر میں تہذیبی تصادم کے نتیجے میں پیدا ہوئی لیکن برصغیر میں مسلم تہذیب ایک ایسے شجر سایہ دار کی صورت میں جلوہ گر ہوئی جس نے برصغیر کی مٹی سے قوت حیات حاصل کرکے برصغیر کے جغرافیائی اُفق پر ایک جداگانہ تصویر کشی کی جس کے اثرات آج تک موجود ہیں۔ مسلم تہذیب کے برصغیر کی ہندو تہذیب سے تصادم پر ڈاکٹر جمیل جالبی یوں رقم طراز ہیں:

"تہذیبی تصادم کے نتیجے میں وجود میں آنے والی "ہندو مسلم تہذیب "اس برصغیر میں مسلمانوں کی ایک ہزار سالہ دورِ حکومت میں یہاں کی فضا، مزاج، آب و ہوا اور میل جول کے زیر اثر پروان چڑھی ہے جس میں عربوں کا مذہبی جوش اور آدرش بھی شامل ہے۔ افغانیوں، ایرانیوں، ترکمانیوں اور مغلوں کا مزاج اور روح بھی شامل ہے نہ صرف یہ بلکہ اسکی روح نے برصغیر پاک و ہند کی روح کو اپنے مزاج میں سمو کر ایک ایسا نمونہ پیش کیا جو آج برصغیر کی زندہ تہذیب کی بنیاد ہے۔"[4]

اس اسلامی تمدن و تہذیب نے برصغیر کی خستہ حال تہذیب اور مذہبی شدت پسند معاشرے کی اجتماعی حیات میں جو حرکت اور حُسن پیدا کیا وہ مختلف اداروں اور فنون کے مظاہر کی شکل میں لوحِ زمان پر نقش ہے۔ اس کی بڑی بڑی صورتیں اُردو زبان، اقدار و روایات، رسوم و رواج، فنون لطیفہ، فنِ تعمیر، عقائد و نظریات وغیرہ کی شکل میں موجود ہے۔

۲۔ تہذیب و تمدن کا ارتقاء:

تہذیبوں کی داستان صدیوں پر محیط ہے اور یہ کئی نسلوں اور قوموں تک پھیلی ہوئی ہے۔ دنیا میں پائی جانے والی بے شمار تہذیبیں عروج و زوال کا شکار ہوئیں اور وہ مرورِ زمانہ و سنگین حالات کی بدولت اپنا تشخص و وجود برقرار نہ رکھ سکیں۔ کتبِ تاریخ کی اوراق گردانی سے جن مشہور تہذیبوں کا ذکر ملتا ہے ان میں قدیم رومن تہذیب، قدیم مصری تہذیب، عرب تہذیب، آریائی تہذیب، چینی تہذیب، جاپانی تہذیب، ہندو تہذیب، اسلامی تہذیب، آرتھوڈوکس تہذیب، مغربی تہذیب، لاطینی تہذیب، امریکی تہذیب، افریقی تہذیب اور ہسپانوی تہذیب اہم ہیں۔ قدیم مؤرخین میں اکثر تاریخ میں موجود رہنے والی تہذیبوں میں اختلاف ہے۔ کیگلے سولہ واضح تاریخی مثالوں کا ذکر کرتا ہے۔ ٹائن بی کے نزدیک یہ تعداد تیئیس ہے۔ سپنگلر آٹھ بڑی تہذیبوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ جبکہ میک نائل ساری تاریخ میں نو تہذیبوں پر بحث کرتا ہے۔[5]

دنیا میں پائی جانے والی تہذیبوں میں زیادہ مشہور چار تہذیبیں چار مشہور دریاؤں کے کناروں پر ظاہر ہوئیں۔ دریائے نیل کے ساحل کی تہذیب، دریائے فرات کی تہذیب، دریائے دجلہ کی تہذیب، دریائے سندھ کی تہذیب۔

مختلف تہذیبوں نے اپنے اپنے امتیازات کی بناء پر کُرہ ارض پر اپنا وجود اور تشخص برقرار رکھا لیکن اگر ترقی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو مؤرخین کے مطابق مصر اور بابل کی تہذیبیں سب سے زیادہ ترقی یافتہ تھیں۔ اسی طرح اسلامی تہذیب بھی انسانی تہذیبوں کے دراز سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اور اسلامی تہذیب سے پہلے بھی بہت سی تہذیبیں رونما ہوئیں اور اس کے بعد بھی رہتی دنیا تک تہذیبیں اُبھرتی رہیں گی لیکن اسلامی تہذیب کا تشخص و وجود کائنات میں ایک منفرد مقام و ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ سیموئیل پی ہنٹنگٹن لکھتے ہیں:

---

[4] Dr. Jameel Jalibi, *Pakistani Culture* (Islamabad: National Book Foundation, 1997), p. 70.

[5] Samuel P. Huntington, *Tehziboon Ka Tasadum,* Trans. Ahsan Butt (Lahore: Misal Publishing, 2003) p. 63

"ساتویں صدی عیسوی میں اسلام جزیرہ نما عرب میں ظہور پذیر ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے قریباً پوری دنیا میں پھیل گیا جیسے شمالی افریقہ، جزیرہ نما آئبیریا، وسطی ایشیا، برصغیر، جنوب مشرقی ایشیا وغیرہ یہاں تک کہ اسلام نے مغرب میں بھی اپنا سکہ جمالیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سی اہم ثقافتوں یا ذیلی تہذیبوں نے اسلام کے اندر اپنا وجود برقرار رکھا جیسے کہ عرب تہذیب، ترک تہذیب اور فارسی تہذیب وغیرہ۔"[6]

۳۔ برصغیر کی خستہ حال تہذیب اور مذہبی پس منظر:

برصغیر ایک قدیم مذہبی پس منظر کا حامل ملک ہے۔ یہاں کی تہذیب و سیاست میں مختلف ادوار میں متعدد اقوام آتی رہیں اور برصغیر کو اپنا مسکن بناتی رہیں لیکن بدقسمتی سے یہاں کی اصل باشندوں کے پاس وہ نسخہ کیمیا نہیں تھا جو انہیں بلا امتیاز انسانیت کی زندگی اور تہذیبی ترقی عطا کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ جو قومیں بھی برصغیر میں فاتح بن کر غالب آئیں، ان فاتح اقوام کی نظر محض اقتدار، فتوحات کی توسیع اور برصغیر کے باسیوں کو محکوم و غلام بنانے پر تھی۔

اسلام کی آمد سے قبل برصغیر اگرچہ ایک سیاسی وحدت نہیں تھا لیکن ہندومت میں اپنا الگ ثقافتی و مذہبی پس منظر رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے برصغیر میں ہندو تہذیب کا غلبہ تھا اور ہندومت نے بدھ مت اور دیگر ذیلی تہذیبوں کو بھی اپنے اندر ضم کر لیا تھا۔ باوجود اس مذہبی و ثقافتی پس منظر کے دیگر تہذیبوں کی طرح عالمی منظر نامے پر برصغیر بھی تہذیبی و ثقافتی زوال کا شکار تھا۔ ہندو تہذیب کے زیر اثر سماج ذات پات کی حد بندیوں میں جکڑا ہوا تھا، غیر انسانی بنیادوں پر انسانوں کو چار طبقات میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ جہالت، توہم پرستی اور دیوتاؤں کی پوجا پاٹ نے انسانی ذہن کو مفلوج کر کے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی برصغیر کی تہذیبی زبوں حالی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہاں عام طور پر بت پرستی رائج تھی۔ مجرموں کی شناخت کیلئے ان کو جلتی ہوئی آگ میں سے گزارا جاتا تھا، اگر جل گیا تو مجرم ہوتا اور بچ گیا تو بے گناہ ہوتا تھا۔ توہم پرستی اور جادو ٹونہ کا عام رواج تھا۔ کاہنوں کی باتیں اور بدشگونی کے تاثرات بتانے والوں کی بڑی گرم بازاری تھی۔ مُحرمات اَبدی کے ساتھ شادیاں کرنے میں بھی کوئی عار نہیں تھا۔ راہزنی اکثر لوگوں کا پیشہ تھا۔ عقائد کے اعتبار سے دیوتاؤں کی پوجا پاٹ، شرک و بت پرستی کا عروج تھا۔ ذات باری تعالیٰ کی وحدانیت کا تصور معدوم ہو کر اعلیٰ اور ادنیٰ پتھروں کی مورتیوں اور بُتوں کو معبود، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔"[7]

۴۔ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش:

برصغیر اور عرب ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات، معاہدات و اتصالات تدوینِ تاریخ سے بھی پہلے کے ہیں اور گزرتے حالات کے ساتھ ان تعلقات کی جڑیں مضبوط ہوتی گئیں۔ اسی طرح برصغیر کے اور عرب دنیا کے تجارتی تعلقات کی تاریخ بھی قبل از اسلام ہے۔ لیکن جہاں تک بات برصغیر میں اسلام کی آمد کا تعلق ہے تو اس کی ابتداء دورِ نبوی ﷺ کے بعد خلفائے راشدینؓ میں سے عہدِ فاروقیؓ سے ہوتی ہے۔ مشہور مؤرخ قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں:

---

[6] Samuel P. Huntington, *Tehziboon Ka Tasadum*, Trans. Ahsan Butt, p. 65.
[7] Maulana Akbar Shah Najib Abadi, *Aina Haqiqat Numa* (Delhi: Hamdard Press), pp. 174-175.

"حضور ﷺ کے زمانے میں کسی صحابیؓ کے داعی اسلام یا فاتح بن کر برصغیر میں اسلام کی دعوت لیکر آنے کے بارے میں ہمیں کوئی صحیح روایت نہیں ملتی ہے۔البتہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں بعض صحابہ کرامؓ کے برصغیر آنے کے متعلق صحیح روایت ملتی ہے۔[8]

جبکہ علامہ بلاذریؒ نے "فتوح البلدان" میں برصغیر میں اسلام کی آمد کے حوالے سے واقعہ بھی نقل کیا ہے۔لکھتے ہیں:

"حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ کو بحرین اور عمان کا گورنر بنایا۔حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ نے اپنے بھائی "الحاکم" کو بحرین بھیجا اور خود عمان گئے اور وہاں سے انہوں نے ایک لشکر "تھانہ" علاقہ بمبئی میں بھیجا۔جب یہ لشکر واپس آیا تو حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اس کی اطلاع دی تو حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو جواب میں لکھا:"اے ثقفی بھائی! تم نے ایک کیڑے کو ایک لکڑی پر سوار کر دیا۔اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر ان کو کچھ ہو گیا ہوتا تو میں تمہاری قوم کے اتنے ہی اشخاص بدلے میں وصول کر لیتا۔"[9]

اسی طرح عہدِ فاروقیؓ کے بعد خلفائے راشدین میں سے عثمان بن عفانؓ کے زمانے میں "حکم بن عمرو التغلبی" نے مکران پر حملہ کیا اور حضرت عثمان بن عفانؓ کو فتح کی خوشخبری دی۔[10] ریاست علی ندوی اپنی کتاب "عہدِ اسلامی کا ہندوستان" میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں "حارث بن مرۃ العبیدی" کو جنگ کیلئے برصغیر (ہندوستان) بھیجا۔

برصغیر میں طلوعِ اسلام سن 15 ہجری عہدِ فاروقیؓ میں ہوا جب مالا بار اور سراندیپ کے علاقوں میں اسلام کی خوشبو پھیلنا شروع ہو گئی تھی اور پھر سلسلہ وار عہدِ عثمانیہ سے خلافتِ بنواُمیہ تک مختلف ادوار میں یکے بعد دیگرے بہت سے لوگ توحید و رسالت کی شمعیں لالا کر جنوبی ہند کے علاقے کے گوشے گوشے کو روشن کرنے میں ہمہ تن منہمک رہے اور اسلام برصغیر میں بغیر کسی خلل و رکاوٹ کے پھیل رہا تھا اور لوگوں کے قلب و اذہان کو مسخر کیے جا رہا تھا۔ڈاکٹر جمال الدین شیال کی رائے کے مطابق برصغیر میں اسلام دو راستوں سے داخل ہوا ہے۔

"برصغیر میں اسلام کے داخلے کا پہلا راستہ، سندھ کے راستے سے نوجوان فاتح محمد بن قاسم نے حملہ کیا اور راجہ داہر کو 82ھ میں شکست دی پھر ملتان کا محاصرہ کیا اور اسے بھی فتح کر لیا۔محمد بن قاسم کی فتوحات پورے سندھ کی فتح کے بعد جنوب پنجاب تک پھیل گئی اور یہ تمام مفتوحہ علاقے امارات خلافت اسلامیہ کے تابع رہے اور یہاں سے بھی قریبی علاقوں میں اسلام پھیلتا رہا۔اور برصغیر میں اسلام کے داخلے کا دوسرا راستہ، شمال مغربی علاقہ ہے جہاں سے سلطان محمود غزنوی نے برصغیر پر متعدد حملے کیے، پہلے پنجاب کے علاقے، پھر دہلی اور شمالی ہند کے کئی علاقے حملہ کر کے فتح کیے۔"[11]

---

[8] Qazi Mubarakpuri Athar, Arab-o-Hind Ahd-e-Risalat Mein (Lahore: Haji Hanif Printer, 2004), p. 185.

[9] Abu Al-Hasan Ahmed bin Yahya bin Jabir Al-Baladhuri, Futuh al-Buldan, Trans. Abu Al-Khair Maududi (Lahore: Takhliqat, 2010), p. 577.

[10] ibid, p. 578.

[11] Dr. Salim-ur-Rahman, *Barr-e-Sagheer Mein Islami Sahafat Ki Tareekh-o-Irtiqa*, Trans. Ahsan Ali Khan Nadvi (Karachi: Islamic Research Academy, 2013), p. 6.

محمد بن قاسمؒ نے جب چار سال کے مختصر عرصے میں ساحل سندھ سے ملتان تک کا علاقہ فتح کر لیا تو سندھ میں مسلمانوں کی فاتحانہ آمد سے مسلمانوں اور ہندؤں کے درمیان تہذیبی اختلاط کا آغاز ہوا جس کے نتیجے میں تہذیبی نفوذپذیری عمل میں آئی جو رفتہ رفتہ برصغیر میں ایک نئی تہذیب کی بنیاد ثابت ہوئی۔

۵۔ تہذیبی لین دین اور ہندو مسلم تہذیب کی بنیاد:

اُموی حکمران حجاج بن یوسف بہت دور اندیش تھا وہ جانتا تھا کہ سندھ کے لوگوں کو جب تک تہذیبی طور پر زیر نہ کیا گیا یہ پھر سَر اُٹھا سکتے ہیں اس لئے حجاج بن یوسف نے غیر مسلموں کو عرب تہذیب و آداب سکھانے کے انتظام کروائے۔ چنانچہ حجاج بن یوسف کے حکم پر محمد بن قاسمؒ نے راجہ داہر کو شکست فاش دینے کے بعد برصغیر میں سیاسی و عسکری طور پر اپنے قدم مضبوط کرنے کیلئے کئی حکمت عملیاں اختیار کیں جن میں اپنی حکومت میں بعض اہم عہدے راجہ داہر کے اہم وزیروں کو دینا، "سی ساکر" نامی مشیر کو اپنا خاص مشیر بنا کر زیریں سندھ کا سارا انتظام اس کے حوالے کرنا، راجہ داہر کے بھتیجے "کاکسا" کو "مبارک مشیر" کا خطاب دینا شامل تھا۔

حجاج بن یوسف کی وفات کے بعد بنواُمیہ کے کسی حکمران میں وہ انتظامی صلاحیت نہ تھی کہ وہ اتنے دور دراز علاقوں کا انتظام سنبھال سکتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی علاقوں میں بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور متعدد علاقوں پر ہندوؤں نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور ان ہندوؤں کے علاقوں میں رہ جانے والے مسلمانوں نے وہاں کے مقامی لوگوں میں شادیاں کیں اور ایک مخلوط تہذیب کی بنیاد رکھی جو دراصل سندھ اور عرب کی تہذیب کا آمیزہ تھی۔[12] پروفیسر یاسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں:

"قطب الدین ایبک کی افواج میں ترکوں، غوریوں، خراسانیوں، خلیجیوں کے علاوہ ہندوستانی فوج بھی شامل تھی۔ مدھیہ پردیش کے علاقے "چھیدی" کے مسلم گورنر جلال خواجہ نے اپنی فوج میں کھر پر اسپاہیوں کو بھرتی کیا تھا جو اس علاقے کے مقامی ہندو اور جنگجو تھے۔ اسی طرح شہزادہ محمد جو غیاث الدین بلبن کا بڑا بیٹا، ولی عہد سلطنت اور ملتان کا گورنر تھا، اس کی فوج میں ایک "منگلی" نامی افسر تھا جو ہندو تھا۔"[13]

تیرھویں صدی کے آخر تک تُرک سرداروں نے زیادہ تر برصغیر (ہندوستان) پر قبضہ کر کے جب سلطنت دہلی کی بنیاد رکھی تو مسلمانوں کی فتوحات سے معلوم ہوتا تھا کہ رفتہ رفتہ برصغیر کی ہندی تہذیب مکمل ختم ہو جائے گی اور ہر چیز پر مسلمانوں کا ہی قبضہ ہو جائے گا۔ کیونکہ برصغیر میں اسلام کی آمد کے بعد ہندو مذہب شدید متاثر ہوا تھا۔ نہ صرف یہ کہ ہندو پنڈت اور انکے دیوتاؤں کے پُجاری سرکاری سرپرستی سے محروم ہو گئے تھے بلکہ مقامی سطح پر ہندی ادب کی حوصلہ افزائی بھی ختم ہو گئی تھی۔ گویا برصغیر میں ہندوؤں کی یہ سیاسی شکست اب ہندو تہذیب کے زوال کا سبب نظر آنے لگی۔ لیکن ایسا ہونا فطری طور پر ناممکن تھا۔ کیونکہ اسکی ایک وجہ تو یہ تھی کہ برصغیر میں ہندو اگرچہ محکوم تھے مگر وہ تعداد میں اس قدر زیادہ تھے کہ برصغیر کے چاروں اطراف پھیلے ہوئے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ

[12] Sibt Hasan, *Pakistan Mein Tehzib Ka Irtiqa* (Karachi: Maktaba Daniyal, 1989), p. 11.
[13] Prof. Dr. Yaseen Mazhar Siddiqui, *Dehli Saltanat Ke Nizam-o-Nasq Mein Hinduon Ka Hissa* (New Delhi: Maktaba Jamia, 1985), pp. 20-21.

مسلمان فاتح تو تھے مگر وہ اس ملک میں نئے تھے، اس لیے مسلمان یہاں کے جغرافیائی وعلاقائی حالات سے اس طرح واقف نہ تھے جس طرح ہندو واقف تھے۔ لہٰذا سیاسی، عسکری وانتظامی معاملات میں ہندو افسران وسپاہیوں کی تقرری کے ساتھ ساتھ تہذیبی سطح کا لین دین و معاشرتی میل جول بھی ناگزیر تھا۔

آخری آسمانی کتاب وصحیفہ ہدایت کے حاملین جب فاتح بن کر برصغیر داخل ہوئے تو یہاں کے باسیوں نے (جو برصغیر کی تہذیبی شکستگی ومذہبی زبوں حالی کا شکار ہو چکے تھے) ان کا خیر مقدم کیا اور سیاسی، عسکری واہم انتظامی معاملات میں ہندو افسران کی تقرری فوج میں ہندو سپاہیوں کی بھرتی، معاشرتی طور پر رہن سہن، رسم ورواج، لین دین و میل جول کے نتیجے میں بہت سے ہندوؤں نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا اور مسلمان ہو گئے۔

ان نئے مسلمان ہونے والے ہندوؤں میں ابھی تک ہندوانہ رسومات باقی تھیں، ہندو اور مسلمان دونوں قوموں کو باہمی مشترک مفادات و مصلحتوں کی بناء پر ایک ساتھ چلنا پڑا۔ اس طرح ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے جہاں ہندو تہذیب نے بے شمار اسلامی تہذیب وتمدن کے عناصر کو اپنے اندر جذب کیا وہیں مسلمانوں نے بھی ہندو تہذیب سے بہت سی چیزیں اخذ کیں اور ایک نئی تہذیب کی بنیاد رکھی جسے عام طور پر تاریخ میں "ہندو مسلم تہذیب" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۶۔ تہذیب وتمدن کا مفہوم:

تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ (ہ۔ذ۔ب) ہے۔ جس کا معنٰی کسی چیز کو درست کرنے کیلئے اس کی کانٹ چھانٹ اور تراش خراش کرنا ہے۔ القاموس المحیط میں لفظ "تہذیب" کی لغوی تشریح یوں کی گئی ہے۔

"هذبه يهذبه هذباً : قطعه و نقاه واخلصه والنخلة نقى عنها الليفة والشيئ سال الرجل وغيرها هذباً وهذابةً، اسرع ما اهذب واهذبت السحابة ماءها، اسئلته بسرعةٍ"[14]

ترجمہ: اس نے کسی شے کی کانٹ چھانٹ کی، اسے صاف کیا، خالص کیا اور درست کیا، کھجور کا چھال سے صاف کرنا، کسی شئے کا بہہ جانا، آدمی کا مہذب ہونا۔ اور "هذابۃً، اسرع اهذب" کی مانند ہے۔ جلدی سے بہہ جانا، بادل نے تیزی سے اپنا پانی بہادیا۔

گویا بہہ جانے سے کسی شئے کا خالص یا پاک ہونا مراد ہے جیسے بارش برس جانے کے بعد خالص بادل رہ جاتا ہے۔ جبکہ "المنجد" کے مطابق تہذیب کے معنٰی میں شاخ تراشی کرنا، پاکیزہ کرنا اور درست کرنا شامل ہے۔[15]

اسی طرح اردو انگریزی لغت میں تہذیب کو Adorning, Purifying, Edfication, Polish , Refinement , Civilization , Politness کے معنٰی میں بیان کیا گیا ہے۔ اصطلاحی مفہوم میں تہذیب کا لفظ کسی قوم کی طرزِ معاشرت، رسم ورواج

[14] Mujd al-Din Muhammad bin Yaqub Firuzabadi, *Al-Qamus Al-Muhit* (Beirut: Dar Al-Jalil), Vol. 1, pp. 144-145.

[15] Louis Maalouf, *Al-Munajjid,* Trans. Abdul Hafeez Bilyavi (Lahore: Khazina Ilm-o-Adab), p. 1015.

اور رہن سہن کے طریقوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔یعنی اس سے مراد کسی قوم کے رہن سہن، رسم و رواج اور طرز معاشرت میں وہ نمایاں خد و خال ہیں جو اس قوم کو دیگر اقوام سے ممتاز کرتے ہیں۔ڈاکٹر انوار ہاشمی لکھتے ہیں:

"تہذیب ایک وسیع لفظ ہے،اس میں انسان کی زندگی کے بنیادی تصورات، عقائد و افکار، زندگی کا نصب العین اور تمام اِرادی افعال جن میں چلنا پھرنا، اندازِ گفتگو، کردار و اخلاق، آداب و اطوار، انسان کے علمی، ادبی و سائنسی کارنامے،انسان کی سیاست، معاشرت اور معیشت سب شامل ہیں"۔[16]

جبکہ فیض احمد فیض کے نزدیک تہذیب کو سمجھنے کیلئے اس کی مجموعی صورت کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

اول: یہ کہ وہ سب عقیدے، قدریں اور افکار، تجربے، اُمنگیں جنہیں کوئی انسانی برادری عزیز رکھتی ہو۔

دوم: یہ کہ وہ عادات و آداب،ادب و موسیقی اور طور طریقے جو اس گروہ میں رائج اور مقبول ہوں۔

سوم: یہ کہ اس قوم میں رائج فنون مثلاً فن موسیقی، فن مصوری، فن تعمیر، دستکاری وغیرہ۔[17]

غرضیکہ تمام باطنی تجربے (عقائد و افکار) اور ظاہری طور طریقے (رسم و رواج) جو کسی قوم کی مجموعی عادات و رہن سہن وغیرہ سب تہذیب کے مفہوم میں شامل ہیں۔

تمدن عربی زبان کا لفظ ہے اس لفظ کا مادہ (م۔د۔ن) ہے۔"القاموس الوحید" میں اس مادہ سے مدینہ، مدنیت اور تمدن کے الفاظ نکلتے ہیں۔ جن کا معنٰی مہذب و شائستہ شہری ہونا، مہذب رہن سہن ہے۔[18] اصطلاحی اعتبار سے تمدن کا لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے جو کہ کسی قوم کے علوم و فنون، آرٹ،ادب، لٹریچر، باہمی معاشرت، عمارات و فن تعمیر حتیٰ کہ اس قوم کی سیاست اور تاریخ پر بھی بولا جاتا ہے۔

تہذیب و تمدن کو عموماً ایک ہی چیز سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں لازم ملزوم ہیں ان دونوں الفاظ میں روح اور جسم جیسا رشتہ ہے گویا تہذیب روح ہے اور تمدن جسم ہے، تہذیب اصل ہے اور تمدن اس کا مظہر ہے۔حالانکہ ان دونوں میں اس تلازم کے باوجود فرق بھی موجود ہے۔ بایں طور کہ انسان کا ہر عمل و فعل کسی نظریے اور عقیدے کا نتیجہ ہوتا ہے جس کے مطابق وہ افعال سرانجام دیتا ہے۔اس لحاظ سے گویا تہذیب انسانی افکار و عقائد، خیالات و تصورات کا نام ہے اور ان انسانی افکار و عقائد، خیالات و تصورات کے تحت جو افعال و اعمال ظاہر ہوتے ہیں، جو کردار و سیرت تشکیل پاتی ہے،اسے تمدن کہتے ہیں۔ ثقافت بھی عربی کا لفظ ہے۔ لغوی طور پر اس سے مراد کسی شئے، مقام، شخص یا مقصد کو تلاش کر لینا یا پالینا ہے۔قرآن مجید میں بھی یہ لفظ اسی معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"واقتلوهم حيث ثقفتموهم۔"[19]

---

[16]. Dr. Anwar Hashmi, *Tehzib Ki Kahani* (Karachi: Javed Press, McLeod Road, Lahore, 1968), p. 60.
[17]. Faiz Ahmed Faiz, *Meezan* (Karachi: Urdu Academy Sindh, 1925), p. 90.
[18]. Maulana Waheed-uz-Zaman Qasmi Kiranwi, *Al-Qamus Al-Waheed* (Lahore: Idara-e-Islamiyat), Vol. 2, p. 1533.
[19]. Al Baqarah, 2:191

"اور تم ان لوگوں کو جہاں پاؤ قتل کرو"

مختلف اردو لغات میں ثقافت کے مفہوم کو مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ فیروز اللغات میں ثقافت بمعنٰی "عقل مندی اور دردمندی" کے ہیں۔[20]

ثقافت کیلئے عموماً ایک اور لفظ کلچر "Culture" بھی استعمال ہوتا ہے۔اس انگریزی لفظ کلچر "Culture" کے معنٰی میں کاشت کرنا کے ہیں۔البتہ اس سے تربیت، ترقی اور نشو نما کا مفہوم مراد لیا جاتا ہے۔ جس میں انسانی، حیوانی، نباتاتی تربیت، ترقی و نشو نما شامل ہے۔ جبکہ مغربی مفکرین کے نزدیک "Culture" دل ودماغ اور ذوقِ نظر کی تہذیب سے تعبیر ہے۔

> "The Cultivation or Development of the mind (Faculties and manners) important or refinement by education the intellectual side of civilization." [21]

اردو زبان میں تہذیب و تمدن اور ثقافت کو عموماً مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جبکہ بعض اہل لغت وادب نے تہذیب و تمدن اور ثقافت کے مختلف معانی بھی بیان کیے ہیں۔ خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں:

> "پہلے تہذیب و تمدن کے لفظ ہوتے تھے اب ثقافت کا لفظ عملی طور پر تحریروں میں استعمال ہونے لگا ہے جو کہ تہذیب و تمدن دونوں پر حاوی ہے۔"[22]

اس اعتبار سے نتیجہ یہ نکلا کہ تہذیب و ثقافت باہم متعلق حقیقتیں ہیں۔

> "The Confusion in the use of the term "culture" is that which arises when it is closely associated with civilization , so closely associated as to be identified with it. The term when it is used in its most general sense is often made to include both culture and civilization." [23]

> "لفظ کلچر کی وضاحت اس وقت مشکل ہو جاتی ہے جب یہ تہذیب کے ساتھ بہت گہرا وابستہ ہو جاتا ہے۔ گویا کہ اسے تہذیب کا حصہ سمجھا جاتا ہے، جب کلچر کی اصطلاح کو عمومی معنٰی میں استعمال کیا جائے تو اس میں تہذیب و ثقافت دونوں شامل ہوتے ہیں۔"

حاصل یہ کہ تہذیب و تمدن اور ثقافت کے مفہوم میں اختلاف بھی ہے اور مماثلت بھی ہے، دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم ملزوم ہیں۔ گویا انسانی نظریات و تصورات اور شعور و ادراک کا نام تہذیب ہے جبکہ ان نظریات و تصورات کی روشنی میں عملی طور پر جو کچھ سامنے آتا ہے وہ ثقافت ہے۔

---

[20] Maulvi Ferozuddin, *Feroz-ul-Lughat* (Lahore: Ferozsons), p. 437.

[21] Oxford English Dictionary (Clarendon Press, 5th Edition, 1961), p. 1482.

[22] Khalifa Abdul Hakim, *Maqalat-e-Hakim* (Lahore: Idara Saqafat-e-Islamia, Vol. 3, 1966), p. 33.

[23] Carles Grey Shaw, *Trends of Civilization and Culture* (American Book, 1931), p. 76.

۷۔اسلامی تہذیب و تمدن:

دین اسلام ایک مکمل اور ہمہ گیر انفرادی واجتماعی نظام پیش کرتا ہے۔جو انسان کے انفرادی واجتماعی، دینی ودنیوی، معاشی و معاشرتی، سیاسی وعسکری، انتظامی ومالیاتی شعبوں کے تمام پہلوؤں سے نہ صرف بحث کرتا ہے بلکہ مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔دین اسلام کے پیش نظر ایک اسلامی فلاحی ریاست اور پُرامن معاشرہ کا قیام ہوتا ہے۔اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے جو رنگ و نسل، زبان یا جغرافیہ کی عصبیتوں کی بجائے صرف اصول اور عدلِ اجتماعی کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔اسلامی ریاست کا کام صرف سرحدات اور قومی مفادات کا تحفظ یا نظم وضبط قائم رکھنا نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے جو امن پسندی اور بین الاقوامی عدل پر قائم ہوتی ہے جس کی حدود میں چند ہم خیال ریاستیں یا ملک نہیں بلکہ پوری انسانیت سما جاتی ہے۔اور اسلامی ریاست رنگ و نسل، علاقہ و زبان کے تمام امتیازات کے بغیر عالمی طور پر تمام انسانیت کو دعوت دیتی ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعثت نبوی ﷺ کو بھی عالمی تناظر میں بیان فرمایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔"[24]

"ہم نے تمہیں سارے ہی انسانوں کیلئے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری بھی سنائے اور خبردار بھی کرے۔"

اسلامی تہذیب و تمدن یا ثقافت کو دوام و ترقی عطا کرنے والے عناصر میں "دین" ایک اہم عنصر ہے۔اس لیے کہ دینی عقیدہ ہی مختلف طبقات و اقوام کو متحد کرتا ہے، اگرچہ ان کی علاقائی زبانیں مختلف ہوں، معاشرتی عادات و رجحانات الگ ہوں، سیاسی، قومی و اقتصادی نظریات و مناہج میں بھی اختلاف ہو۔مسلمانوں کی تہذیب وثقافت غیر مسلموں سے اگرچہ بہت سے امور میں مختلف ہے لیکن خود مسلمانوں کے باہمی متعدد معاملات میں یکسانیت و اتحاد پایا جاتا ہے۔اگرچہ ملک و قوم میں اختلاف ہو، معیشت کے حالات مختلف ہوں۔ دنیا اسلامی تہذیب و تمدن کی اس اجتماعی ثقافت کی گواہ ہے جو تُرک ثقافت، ایرانی ثقافت، ہندوستانی ثقافت، رومی ثقافت، حبشی ثقافت اور عربی ثقافت کے درمیان مشترک ہے۔اور یہ اشتراک صرف دینی عقیدہ کی بنیاد پر قائم ہے۔ڈاکٹر علی ضناوی اسلامی تہذیب و تمدن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "بحیثیت ایک اصطلاح کے تہذیب کی تعریف کی روشنی میں اور کائنات، انسان اور حیات سے متعلق اسلامی تصورات کی روشنی میں، اسلامی تہذیب وتمدن کی تعریف کرنا ممکن ہے۔وہ تعریف یہ ہے کہ اسلامی تہذیب وتمدن، حیات وکائنات سے متعلق اسلامی مفاہیم کے تحت ایک انسانی جماعت کی سرگرمیوں کے تفاعل کا نام ہے جو روئے زمین میں اللہ تعالیٰ کی خلافت کو وجود میں لاتی ہے۔"[25]

مولانا مودودیؒ نے اسلامی تہذیب و تمدن پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

---

[24]. Saba, 34:28

[25] Dr. Masood Alam Qasmi, Trans. *Islami Tehzib Ki Tafheem-e-Jadeed* (Lahore: H. Farooq Associates Press), p. 28.

"اسلامی تہذیب ایک ایسا وسیع نظام ہے جو انسان کے افکار و خیالات، اسکے کردار و اخلاق، اسکے انفرادی و خانگی معاملات و معاشرت، اس کے رہن سہن و سیاست سب پر حاوی ہے۔ اور ان تمام معاملات میں جو قوانین خدا تعالیٰ نے مقرر کیے ہیں، ان کے مجموعے کا نام "دین اسلام" یا "اسلامی تہذیب و تمدن" ہے۔[26]

گویا کہ سادہ الفاظ میں انسانی گروہ یا معاشرہ کا مختلف سماجی پہلوؤں سے سماجی ترقی کا ایک خاص درجہ حاصل کر لینا ثقافت ہے اور سماجی معاشرت اور مجموعی طرز زندگی کو تہذیب و تمدن کہنا چاہیے۔

۸۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے ہمہ گیر اثرات:

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کے بعد جہاں برصغیر کے سیاسی، عسکری، معاشی و معاشرتی نظام پر اسلام کے گہرے اثرات مرتب ہوئے، وہاں برصغیر کی تہذیبی ابتری، تمدنِ ہند اور مذہب پر بھی اسلامی تمدن نے ان مِٹ اثرات ثبت کیے۔ جب ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی عداوت ختم ہوئی تو دونوں قومیں ایک دوسرے کے قریب آنے لگیں اور رفتہ رفتہ دونوں مذاہب کی اقدار و روایات میں بھی تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو گئیں۔ باہمی روابط اور تعلقات کی وجہ سے نہ صرف مذہب بلکہ رسوم و رواج، علم و ادب، فنونِ لطیفہ وغیرہ میں بھی جہاں تمدنِ ہند پر اسلامی تمدن کے اثرات ظاہر ہونے لگے اور تو مسلمانوں نے بھی عقائد و عبادات، معاملات و معاشرت میں تمدنِ ہند کے اثرات قبول کرنا شروع کر دیئے۔

مسلمان حکمران اگرچہ فاتح بن کر برصغیر میں داخل ہوئے لیکن انہوں نے دیگر فاتح اقوام کی طرح محض حصولِ اقتدار، تجارتی منڈی اور حصولِ زر کی بجائے برصغیر کو اپنا وطن سمجھا اور نہ صرف اس خطے کو ترقی و خوشحالی کی طرف گامزن کرنے میں کوئی کَسر اٹھا نہ رکھی بلکہ مسلمانانِ ہند نے اس کو دیدہ زیب اور پُر کشش بنانے میں بھی پوری دلجمعی اور دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔

گیارھویں صدی عیسوی میں برصغیر میں مسلم عہد کا روشن و تابناک آغاز ہوا جو سات صدیوں تک محیط رہا۔ اور اٹھارھویں صدی عیسوی میں اس تاریخی و تابناک مسلم عہد کا سیاسی اعتبار سے خاتمہ ہوا۔ تقریباً سات سو سال برصغیر مسلمان فاتحین کے زیر اثر رہا جن میں عرب، ترک، افغان اور مغل حکمران شامل تھے۔ اسلامی تمدن نے اس تاریخی مسلم عہد میں برصغیر کے مجموعی معاشرے پر ہمہ گیر اور لازوال اثرات مرتب کیے۔ علی میاں ندوی نے برصغیر میں اسلامی تمدن کے ہمہ گیر اثرات کی یوں منظر کشی کی ہے:

"مسلمان حکمران اگرچہ فاتح بن کر برصغیر میں آئے لیکن انہوں نے اجنبی حکمرانوں کی طرح اقتدار و وسعت سلطنت کا طرز اختیار کرنے کی بجائے ہندوستان کو اپنا وطن سمجھا اور یہیں رس بس گئے اور مرنے کے بعد بھی اسی کی خاک کے پیوند ہوئے۔ اس لیے کہ انہوں نے حکومت و سیاست، علوم و فنون، صنعت و حرفت، زراعت و تجارت، تہذیب و معاشرت ہر حیثیت سے اس کو ترقی دے کر صحیح معنوں میں ہندوستان کو جنت نظیر بنادیا۔"[27]

---

26. Maulana Maududi, *Islami Tehzib Aur Uske Usool-o-Mabadi*, Lahore: Islamic Publications, 1962, p. 249

27 Ali Mian Nadvi, *Hindustan Me Musalman Hukmranon k Tamadduni Karnamay* (India: Dar-ul-Musannifeen, Shibli Academy), p. 1

درحقیقت اسلامی تمدن نے برصغیر میں تمدنِ ہند پر ہر شعبۂ زندگی میں انقلاب برپا کردیا۔ ہر شعبہ میں ایسی بہار آئی کہ برصغیر مسلم عہد کا نیا ملک لگنے لگا تھا۔ اسلامی تمدن میں سب سے بہتر چیز جو برصغیر کے باسیوں کو ملی وہ عقیدۂ توحید اور دین اسلام کا آفاقی پیغام تھا۔ برصغیر کے مسلم عہد میں اسلامی تمدن کے زیر سایہ ایسے علوم برصغیر میں آئے کہ پہلے لوگ ان سے بالکل واقف نہ تھے، یہاں کے باسی ایسے فنون ورنگوں سے آشنا ہوئے جن کا ماضی میں تصور بھی نہ تھا۔

سماجی و معاشرتی طور پر بھی اسلامی تمدن نے برصغیر کی تہذیبی شکستگی، ظلم و بربریت، لاقانونیت، ذات پات کی جکڑبندیوں اور معاشرتی تنزلی اور تنگ نظری کی تاریکیوں کو دور کیا۔ اسلامی تمدن نے معاشرے کو امن و آشتی، انصاف و قانون کی بالادستی کے اجالوں اور روشن اصولوں سے نہ صرف آراستہ کیا بلکہ شعبہ ہائے زندگی کے تمام پہلوؤں خواہ وہ انسان کی انفرادی زندگی سے متعلق ہوں یا اجتماعی نظم و نسق سے تمام سے متعلق مکمل رہنمائی بھی فراہم کی ہے جو کہ اسلامی تمدن کا خاصہ اور وجہ امتیاز ہیں۔ جن میں اعتدال پسندی، احترامِ انسانیت، مساواتِ انسانی، ماتحتوں سے حسنِ سلوک، تعلیمِ نسواں، تقسیمِ وراثت، آزادیٔ رائے، عفت و پاکدامنی، طہارت و پاکیزگی، سادہ طرز زندگی، جامع تربیتی نظام شامل ہیں۔ اسی طرح معاشرتی طور پر محنت کی عظمت، امن وسلامتی، اصلاحِ عمل، نظامِ حکمرانی، حسنِ اخلاق، خواتین کا احترام، علم وحکمت کا فروغ، تہذیبی شناخت کا تحفظ وغیرہ سب اسلامی تہذیب و تمدن کے نمایاں اوصاف ہیں۔

۹۔اسلامی تہذیب و تمدن کے علمی اثرات:

مسلم عہد میں برصغیر میں اسلامی تمدن کے ہمہ گیر اثرات میں اسلامی علوم کے بھی گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ امرآء و سلاطینِ ہند کی علم دوستی اور علمی مراکز کی سرپرستی کی وجہ سے نہ صرف برصغیر میں بڑے بڑے علمی مراکز قائم ہوئے بلکہ مختلف ملکوں اور علاقوں کے اہلِ علم نے یہاں آکر برصغیر کے علمی مراکز میں مَسندیں سنبھالیں اور پھر ان سے فیض یاب ہو کر برصغیر سے علماء کرام کی ایک بڑی تعداد نکلی جنہوں نے قریب وڈور کی ریاستوں، علاقوں میں جاکر ان اسلامی علوم کی ترویج اور دین کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ سر انجام دیا۔ برصغیر میں سلاطینِ ہند کی علوم وفنون سے دلچسپی، علم دوستی اور دینی مدارس کے قیام اور علمی مراکز کی سرپرستی کے حوالے سے عبدالمجید سالک لکھتے ہیں:

"اکثر سلاطینِ ہند اپنے سیاسی و عسکری فرائض کی طرح ثقافتی و تہذیبی فرائض کا بھی احساس رکھتے تھے اور ان کے زمانے میں اسلامی علوم اور درس وتدریس کے شعبے نے حیرت انگیز ترقی کی۔ کیونکہ سلاطینِ ہند علم دوستی، دینی مدارس کے قیام اور علمی مراکز کی سرپرستی و حوصلہ افزائی کیلئے اپنے اوقات بھی صرف کرتے تھے اور روپیہ بھی پانی کی طرح بہاتے تھے۔"[28]

سلطان محمود غزنوی سے لیکر آخری بادشاہوں تک مختلف سلاطین نے اپنے اپنے عہد میں اسلامی علوم وفنون کی ترویج و ترقی کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں جن کی تفصیل متعدد کتب تاریخ میں موجود ہے اور مضمون ھٰذا اس طوالت کے ذکر کا متحمل نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہ محمود غزنوی اپنے معاصر حکمرانوں میں علم و فن کی قدر میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ محمود غزنوی ہر سال علماء اور شعراء کی

[28] Abdul Majeed Salik, *Muslim Tehzeeb Hindustan Mein* (Lahore: Idara Saqafat-e-Islamia, 2011), p. 161.

امداد میں چار لاکھ درھم خرچ کرتا تھا۔اس نے ایک خوبصورت مسجد بنائی اور ایک دار العلوم قائم کیا اور مختلف زبانوں کی بے شمار نادر کتابیں جمع کیں۔ قطب الدین ایبک نے نیشاپور میں فارسی اور عربی علوم میں مہارت حاصل کی۔ ناصر الدین محمود خود عالم تھا اور تاریخ طبقاتِ ناصری اسی کے دربار میں لکھی گئی اور اسی کے نام سے منسوب ہوئی۔ غیاث الدین بلبن بھی علم کا مربی تھا۔چنگیز خان کے دور میں اس نے دہلی آنے والے پندرہ شہزادوں سمیت بڑے علماء کی شاہانہ انداز سے خاطر مدارت کی اور علمی وادبی مجالس قائم کیں۔ خاندانِ خلجی میں جلال الدین خلجی علم کا قدر دان تھا۔اس کی مجالس میں امیر خسرو، تاج الدین عراقی، خواجہ حسن، مؤید دیوانہ، امیر ارسلان قلی، اختیار الدین یاغی، باقی خطیر جیسے بہت سے علماء، شعرآء اور مؤرخین شامل تھے۔[29]

سلطان محمد تغلق خود نہایت فاضل آدمی تھا۔ادبیات، طب، فلکیات اور ریاضیات میں نہ صرف مہارت تامہ رکھتا تھا بلکہ ہم عصر علماء سے مباحثے بھی کرتا رہتا تھا۔قرآن مجید اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب "ہدایۃ" کا حافظ تھا۔اس کے جانشین فیروز شاہ تغلق نے تیس کے قریب بڑے علمی مراکز و مدارس تعمیر کروائے، ایک نیا شہر "فیروز آباد" تعمیر کروایا اور فیروز شاہ نے اپنی خود نوشت سوانح عمری "فتوحات فیروز شاہی" کے نام سے مرتب کی۔[30]

خاندان سادات کے پہلے بادشاہ تو تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ بہلول خود تعلیم یافتہ نہ تھا لیکن علماء کی صحبت کا شوقین تھا۔ بہلول لودھی نے بدایوں میں مساجد، مقبرے اور مدارس قائم کیے۔اس طرح دہلی سے سو(100) میل کے اندر ایک اور علمی مرکز بن گیا۔ بہلول کے بعد سلطان سکندر نے پایۂ تخت آگرہ منتقل کر دیا تو اب علماء کا رُخ نئے دار الخلافہ کی طرف ہونے لگا۔ سلطان سکندر نے حکم دیا کہ فوجی افسر بھی سب تعلیم یافتہ ہونے چاہیئے۔ ہمایوں علم ہیئت اور جغرافیہ کے مطالعہ کا شوقین تھا، اس نے عناصر کی نوعیت پر مقالے بھی لکھے اور اپنے استعمال کیلئے زمینی اور آسمانی کُرے (گلوب) بھی تیار کروائے۔[31]

علوم اسلامیہ کی تعلیم و قدر دانی صرف دہلی تک محدود نہ تھی بلکہ برصغیر میں جہاں بھی مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہوئیں انہوں نے علم دوستی اور اسلامی تمدن کے علمی اثرات کی روایات کو برقرار رکھا۔

شیر شاہ باپ کے بلانے کے باجود "جون پور" میں علم حاصل کرتا رہا اور اس نے سعدی و نظامی کی تصانیف مثلاً گلستان، بوستان، سکندر نامہ اور بعض فلسفہ کی کتابیں پڑھیں اور عربی میں مہارت حاصل کی۔ تاریخ کی کتابیں شاہد ہیں کہ نظم و نسق اور حکومت کی گراں ذمہ داریوں کے باوجود جلال الدین اکبر بادشاہ ہر روز فلاسفہ، صوفیاء، علماء و مؤرخین کی مجالس میں شریک ہوتا تھا اس نے ایک عبادت خانہ بنوایا تھا جو بعد میں علماء کے مباحثے کا مرکز بن گیا۔ ہندو پنڈت اور عیسائی بھی ان مباحثوں میں شریک ہوتے تھے۔[32]

---

[29] Muhammad Qasim, *Tareekh-e-Farishta*, Trans. Maulvi Fida Ali (Hyderabad Deccan: Dar Al-Taba' Jamia Usmania), Vol. 1, pp. 67, 252, 377.

[30] Firoz Shah Tughlaq, *Tareekh-e-Firoz Shahi*, Trans. Ziauddin Barni (Aligarh: Department of History, Muslim University, 1957), p. 562.

[31] Muhammad Qasim, *Tareekh-e-Farishta*, Trans. Maulvi Fida Ali, Vol. 1, p. 581; Vol. 2, p. 70.

[32] Abdul Majeed Salik, Muslim Tehzeeb Hindustan Mein, p. 184.

اکبر کے بعد جہانگیر اور شاہ جہاں نے بھی اسی تسلسل کو جاری رکھا اور اپنے حصے کی علمی خدمات کو شامل کیا۔ اورنگزیب عالمگیر سلاطینِ ہند میں بعض خصوصیتوں میں ممتاز تھا۔ عابد و متقی انسان تھا۔ خصوصاً فقہ اسلامی کی تدوین و ترتیب اور اس کے نفاذ کیلئے کوشاں رہتا تھا۔ اس نے شیخ نظام الدین (جن کا ترتیب دیا ہوا درس و تدریس کا نظام اہل علم میں مقبول ہوا اور عہد بہ عہد تغیرات کے ساتھ بنیادی طور پر مدارس عربیہ میں "درس نظامی" رائج ہے) کی ہدایت پر علمائے احناف کی ایک جماعت کو فقہ حنفی کی کتاب لکھنے پر مامور کیا جس کا نام بعد میں "فتاویٰ عالمگیری" رکھا گیا۔[33]

غرض یہ کہ محمود غزنوی سے لیکر ہندوستان کے آخری بادشاہ تک سب کسی نہ کسی شکل میں اپنی علمی وابستگی کی بناء پر علم کی ترویج، علماء کی قدردانی کرتے رہے اور برصغیر میں بے شمار مدارس، مساجد، مکاتب، مقبرے اور دارالعلوم قائم ہوئے۔ علماء و مشائخ کے ساتھ صوفیاء و مبلغین نے بھی اسلامی تہذیب و تمدن کے فروغ میں بھرپور کردار ادا کیا۔

۱۰۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے فکری اثرات:

برصغیر میں تمدن اسلامی سے قبل دیگر تہذیبوں میں فکری حوالے سے سخت جمود اور تنگ نظری کا ماحول تھا۔ اہلِ مذاہب نے لوگوں کے عقل و شعور سے کام لینے پر ہر طرح کی پابندیاں عائد کر رکھی تھیں بالخصوص مذہبی معاملات میں عقل کی مداخلت کو جرم سمجھا جاتا تھا جبکہ دینِ اسلام نے نہ صرف اپنے ماننے والوں کو عقل کے استعمال کی اجازت دی ہے بلکہ مخالفین سے بھی عقل و فہم کے استعمال کا مطالبہ کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار لاٰیات لاولی الالباب "[34]

"بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری آنے جانے میں اُن عقل والوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں"

" افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوبٍ اقفالھا "[35]

"بھلا کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے، یا دِلوں پر وہ تالے پڑے ہوئے ہیں جو دِلوں پر پڑا کرتے ہیں؟"

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بنی نوع انسان کو غور و فکر اور تدبر کی دعوت دی گئی ہے۔ "افلا یتدبرون" ، " افلا یتفکرون" ، " افلا تعقلون" قرآن مجید کی دعوت کا عام اسلوب ہے۔

اسلامی تہذیب و تمدن میں احترامِ انسانیت کا شعور بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ اور کئی ایک مقامات پر تمام مخلوقات پر انسان کی برتری و فوقیت کو باور کرایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ولقد کرمنا بنی آدم وحملنھم فی البر والبحر ورزقنھم من الطیبٰت وفضلنھم علیٰ کثیرٍ ممن خلقنا تفضیلاً"[36]

---

[33] Muhammad Saqi Musta'id Khan, *Muasir-e-Alamgiri* (Hyderabad Deccan: Dar Al-Taba' Jamia Usmania, 1932), p. 388.
[34]. Aal e Imran, 3:190
[35]. Muhammad, 47:24
[36]. Bani Isra'il, 17:24

"اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی، اور انہیں خشکی اور سمندر دونوں میں سواریاں مہیا کیں اور ان کو پاکیزہ رزق دیا ہے، اور ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔"

اسلامی تہذیب و تمدن کی بنیاد دینِ اسلام ہے اور دینِ اسلام کے آفاقی پیغام اور اسکی جامع تعلیمات کے فکری اثرات دیگر تہذیبوں پر بھی ہوئے ہیں جس کے نتیجے میں غیر اسلامی تہذیبوں کے پیروکاروں میں بھی ایسے بیدار مغز مذہبی مصلحین پیدا ہوئے جو نہ صرف دینِ اسلام کی تعلیمات سے متاثر تھے بلکہ انہوں نے اپنی الہامی کتابوں میں شامل ہر رطب و یابس کی تبلیغ کرنے کی بجائے اُن الہامی کتابوں کی اصل اور صحیح تعلیمات لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی مثلاً عیسائیوں کے ہاں مارٹن لوتھر کے نظریات، ہندوؤں کے ہاں سامی دیانند اور سکھوں کے ہاں بابا گرونانک کے مذہبی اصلاح کے حوالے سے کئے گئے کاموں میں اسلامی تمدن کے فکری اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔

۱۱۔اسلامی تہذیب و تمدن کے فنون لطیفہ پر اثرات:

اسلامی تہذیب میں فنون سے مراد وہ فن لیے جاتے ہیں جو ظہور اسلام کے بعد مسلمان حکومتوں کے زیر اقتدار پروان چڑھے ہیں۔ اسلامی تہذیب کے دیگر پہلوؤں کی طرح اسلامی تمدن مین فنون لطیفہ بھی دیگر تہذیبوں سے جدا ہیں۔ مغربی تہذیب اور ہندی تہذیب میں فنون لطیفہ میں زیادہ اہم جانداروں کی تصاویر سازی، مجسمہ سازی اور دیگر مصوری کی اصناف ہیں جبکہ اسلامی تمدن میں فنون لطیفہ میں صنعتیں زیادہ اہم رہیں۔ جن میں فن تعمیر، کتب سازی، خطاطی، ظروف سازی، دھاتوں کا کام، کپڑے کی صنعت، شیشہ سازی، پارچہ بافی اور قالین بافی شامل ہیں۔

فن تعمیر: ہندی تہذیب میں طرز تعمیر میں وسعت اور کشادگی کا پہلو نہیں تھا، مندروں کے صحن تو بڑے ہوتے تھے لیکن مرکزی عبادت گاہ یا بُت رکھنے کا کمرہ چھوٹا اور تاریک ہوتا تھا جسے "ومن" کہا جاتا تھا۔ اسلامی تمدن میں فن تعمیر میں مقصدیت اور کشادگی کا عنصر نمایاں ہے، مسلمان معمار عمارت کا ہر حصہ کسی خاص مقصد کے تحت بنایا کرتے تھے تعمیر کا انداز عمودی کی بجائے افقی تھا۔ اسلامی تمدن میں فن تعمیر کا آغاز مساجد کی تعمیر سے ہوا۔ مسلمانوں نے وسیع و عریض مساجد کا تصور پیش کیا جو سادگی اور خوبصورتی دونوں میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اسلامی تہذیب و تمدن میں فن تعمیر کا شاہکار دِلی، سرہند اور آگرہ میں لودھی دور کی عمارات، دِلی کی جامع مسجد قوۃ الاسلام، شمس الدین تبریز کا مقبرہ، قطب الدین بختیار کاکی کی خانقاہ، نظام الدین کا مقبرہ، مدرسہ وزیر محمود نمایاں ہیں۔ اسی طرح بادشاہی مسجد، موتی مسجد، جامع مسجد آگرہ، شالامار باغ، تاج محل، آگرہ کے ایوان، مقبرہ جہانگیر، پانی پت کی مساجد، تخت طاؤس، لال قلعہ اور شاہی قلعہ جیسی عمارات اسلامی تمدن میں مغل فنِ تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔[37]

مصوری: برصغیر میں اسلامی تمدن سے قبل فن مصوری اپنے عروج پر تھا۔ جس کی ابتداء بھوج پتر اور کھالوں پر تصویر کشی سے ہوئی اور اس فن کی انتہاء جنتا اور باغ کی دیواری تصاویر سازی تک پہنچ گئی۔ ہندوؤں کے مندروں اور راج محلوں میں دیواروں پر بڑے

[37] Muhammad Naeem Siddiqui, *Tareekh-e-Alam-e-Islam* (Lahore: Maktaba Daniyal, Urdu Bazaar), pp. 978, 981.

بڑے باکمال مصور تصویریں کھینچتے تھے۔اس فن کے زیادہ شاہکار جنوبی ہند میں تھے۔ مسلمانوں نے بھی ابتدائی طور پر دیواری تصاویر بنوائیں اور مصوروں کی حوصلہ افزائی پر کافی روپیہ خرچ کیا لیکن رفتہ رفتہ اس فن میں اسلامی تمدن کے اثرات نمایاں ہونے لگے اور مصوری جانداروں کی تصاویر سے بے جان تصاویر کی طرف منتقل ہوگئی۔ فیروز شاہ تغلق نے جانداروں کی تصاویر کھینچنے کی ممانعت کردی اور حکم دیا کہ جاندار کی بجائے باغات وغیرہ کی تصاویر بنائی جائیں۔[38]

تیرھویں صدی تک امراء وسلاطینِ ہند نے کچھ تغیرات کے ساتھ ہندی فن مصوری کو ہی آگے بڑھایا پھر بعض سلاطین نے شریعت میں تصویر سازی کی ممانعت کی وجہ سے تصاویر سازی کو ممنوع قرار دیا۔

فن خطاطی: اسلامی تمدن نے ہندی فنِ مصوری کو "کتابی تصویر" کا تحفہ دیا جسے انگریزی میں "Maniature" کہتے ہیں۔ اسلامی تہذیب و تمدن میں فن خطاطی تحریر سے بھی آگے کا فن ہے جس میں قلم کے ذریعے الفاظ کی شکلوں کو تناسب اور وزن کے لحاظ سے ایک خاص ترتیب دی جاتی ہے گویا لفظوں کی بناوٹ ہی فن خطاطی کا اصل حسن ہے۔

تیرھویں صدی سے سولہویں صدی تک مسلمان مصوروں نے اس فن میں کمال حاصل کیا۔اور تمثیلی مصوری کی ممانعت کی وجہ سے اس فن نے بہت مقبولیت حاصل کی۔ مسلمان خطاط نے اپنے الگ اندازِ ثقافت سے مفتوحہ علاقوں کی تہذیب سے جداگانہ پہچان کی خاطر فن خطاطی کو ذریعہ اظہار بنایا۔ عمارتوں کے برآمدوں، کمروں اور محلات کے دیگر اندرونی حصوں میں شوخ رنگوں کے استعمال سے آیاتِ قرآنی کو خوبصورت انداز میں نقش کرتے تھے۔ سلاطینِ ہند میں ابراہیم غزنوی بہت اچھا خوشنویس تھا۔ فرصت کے اوقات میں قرآن مجید کی کتابت کیا کرتا تھا،اس نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن مجید کے دو نسخے حرمین شریفین بھی بھیجے تھے۔[39]

ادبی فنون میں قبل از اسلام جاہلی ادب اپنے قبیلے کے جنگ جُو اور بہادروں کے قصیدوں پر مبنی تھا۔اور یہ ادب سینہ بہ سینہ زبانی قصیدوں پر مبنی تھا۔دور نبوی ﷺ اور عہدِ خلفائے راشدینؓ میں قرآن مجید اور اسکے متعلقہ علوم کو اہمیت حاصل رہی، بعد میں عجمیوں نے عربی سیکھ کر شعر و شاعری کی لیکن عربوں کی فصاحت بلاغت کو نہ پہنچ سکے۔ بنواُمیہ کے دور میں ادب کے ساتھ موسیقی کو بھی شامل کیا گیا اور عباسی دور میں فارسی ادب بھی لازمی حصہ بن گیا اور ادب کے موضوعات میں تنوع آگیا۔

اہلِ ہند کو عربی زبان وادب کے معیارات میں سے کم حصہ ملا ہے۔ اس لیے برصغیر میں ادب کی زیادہ کتب فارسی زبان میں ہیں۔ فارس وروم کے بادشاہوں کے ہاں گانوں کی محافل منعقد ہوتی تھیں۔ اسلامی تمدن میں موسیقی، رقص و سرور جیسے فنون کی پزیرائی نہ ہوئی بلکہ اسے لہو لعب میں شمار کیا جاتا تھا۔ لیکن فارس وروم کی فتح اور دیگر فتوحات کا دائرہ کار وسیع ہوتے ہی مسلمانوں کے پُر تعیش دور کا آغاز ہوا اور مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں سے غلام اور لونڈیاں بنائے جو اپنا فن موسیقی اور رقص و سرور ساتھ لائے اور رفتہ رفتہ موسیقی کو علم کا درجہ دے دیا گیا۔[40]

---

[38] Abdul Majeed Salik, *Muslim Tehzeeb Hindustan Mei*, pp. 324-325.
[39] Muhammad Qasim, *Tareekh-e-Farishta*, Trans. Maulvi Fida Ali, Vol. 1, p. 173.
[40] Ghulam Jelani Barq, *Europe Par Islam Ke Ehsan* (Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons), pp. 224-227.

برصغیر میں اکبر کے دور میں ہندواور مسلمان موسیقاروں کو درباروں میں خصوصی اہمیت دی جاتی تھی۔ محافل سماع کو پسند کیا جاتا تھااور خود بادشاہان محافل میں شرکت کرتے تھے۔اکبر کے دور میں تان سین، گوالیار گھرانے کا نامور موسیقار تھا۔

خلاصہ بحث:

جب کوئی قوم اجتماعی طور پر نظریات وعقائد، طرز معاشرت، رہن سہن اور رسم ورواج میں ایک جیسی عادات اپنالیتی ہے اور یہ طرز عمل یکساں طور پر معاشرے کی رگوں میں دوڑنے لگتا ہے، تو یہ اس قوم کی تہذیب وتمدن کہلاتا ہے۔ فاتح اقوام جب کسی علاقے یا ملک پر اپنا تسلط قائم کرتی ہیں تو تہذیبی تصادم ناگزیر ہوتا ہے جس کے نتیجے میں فاتح ومفتوح اقوام کی تہذیب خلط ملط ہو جاتی ہے۔ تہذیبی لین دین میں فاتح اقوام کی تہذیب کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ برصغیر میں مختلف اقوام فاتح بن کر آتی رہیں اور اپنا تسلط قائم کرتی رہیں لیکن ان کا مطمع نظر سلطنت کی وسعت اور حصولِ زر ہوتا تھا۔ سیاسی وحدت نہ ہونے کے باوجود برصغیر میں ہندو مذہبی تشخص باقی تھااور ہندومت نے دیگر مذاہب و نظریات کو اپنے اندر ضم کر لیا تھا۔ مگر تہذیبی زبوں حالی اور مذہبی شدت پسندی اور جہالت کے نتیجے میں معاشرتی تنزلی اور ذات پات کی جکڑ بندیوں میں انسانیت سے عاری ہندی تہذیب کا راج تھا۔

گیارھویں صدی عیسوی میں سندھ اور شمال مغربی علاقوں سے برصغیر میں مسلمان فاتحین کی آمد سے یہاں کے باسیوں کو آفاقی وعالمگیر پیغام ہدایت کے حاملین سے ایک نسخۂ کیمیا ملا تو انہوں نے اس کا خیر مقدم کیااور دھیرے دھیرے اس پیغام ربانی کو قبول کیا ۔ مسلمان فاتحین نے جب دہلی سلطنت کی بنیاد رکھی تو ہندو مذہب بھی شدید متاثر ہوا لیکن برصغیر میں ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ ہندوؤں کو ساتھ لیکر چلیں۔ لہٰذا عسکری وانتظامی عہدوں پر ہندوافسران کی تقرری اور ہندوسپاہیوں کی فوج میں بھرتی ناگزیر تھی۔

برصغیر کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے اس ناگزیر صورتحال میں ایسی درمیانی صورت تلاش کی جس میں وہ دونوں ساتھ رہ کر زندگی گزار سکیں۔ تہذیبی لین دین اور باہمی میل جول کی وجہ سے ہندواور مسلمان دونوں نے ایک دوسرے کی تہذیب سے بہت سی چیزیں اخذ کیں اور یوں ایک نئی "ہندو مسلم تہذیب" کی بنیاد رکھی۔ مسلمانوں نے دعوت و تبلیغ کے ذریعے اسلامی تہذیب و تمدن کی سوغات اہلِ ہند کو پیش کیں۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے آفاقی وجامع تعلیمات نے برصغیر میں تمدنِ ہند پر ہمہ گیر اثرات مرتب کیے۔ حکومت وسیاست، علوم وفنون، صنعت وحرفت، زراعت وتجارت، تہذیب ومعاشرت سمیت ہر حیثیت سے تمدن ہند کو ترقی دے کر برصغیر کو مثالی بنادیا۔ اسلامی تمدن کے علمی اثرات کا مظہر غزنوی سے لیکر عالمگیر تک سلاطینِ ہند کی علم دوستی، مدارس ومراکز کی سرپرستی اور علوم وفنون سے دلچسپی کی صورت میں واضح ہے۔

اسلامی تمدن نے فکری جمود اور تنگ نظری کی تاریکیوں کو عقل وشعور کے استعمال اور کائنات میں موجود مظاہر قدرت میں غور وفکر کرنے کی دعوت دیکر روشنیوں میں تبدیل کر دیا۔ مغربی تہذیب وہندی تہذیب کے فنونِ لطیفہ پر جب اسلامی تمدن کے اثرات پڑے تو برصغیر میں اسلامی تہذیب کے زیر سایہ فنون اور صنعتیں مرکز نگاہ بن گئیں جن میں فن تعمیر، کتب سازی، خطاطی، ظروف سازی، دھاتوں کا کام، کپڑے کی صنعت، شیشہ سازی، قالین بافی نمایاں تھیں۔